© rasailojaraid.com

ملفوظاتِ رومی اردو
تحقیق کی روشنی میں

جناب مہر محمد خان صاحب شہاب مالیر کوٹلوی

مولانا جلال الدین محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مجلسی ارشادات کا نثری مجموعہ جو "فیہ ما فیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ آج اہلِ علم وخبر کے لئے کوئی نئی چیز نہیں رہا۔ اس کے کم سے کم تین مختلف ایڈیشن ایران سے اور ایک ہندوستان میں چالیس پچاس سال کی مدت میں آگے پیچھے شائع ہو چکے ہیں۔ ہندی ایڈیشن ۱۹۲۸ء میں جناب مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی ترتیب وتدوین کے بعد شائع کیا تھا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کا مرتبہ نسخہ اور ایرانی ایڈیشنوں میں سے دو ایڈیشن نیازمند کی نظر سے گذر چکے ہیں، ان تینوں ایڈیشنوں میں سے بہترین ایڈیشن وہ ہے جو چند سال پہلے تہران یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اور اسے فاضل محترم آقائے بدیع الزماں فروزانفر استاذ دانشگاہ تہران نے ترتیب دیا ہے۔ اس نسخہ کی ترتیب وترکیب وتہذیب وتصحیح وطباعت میں فاضل مرتب نے توجہ اور ژرف نگاہی سے کام لیا ہے۔ ہر صفحہ کے ذیلی حواشی کے علاوہ جن میں اختلافِ نُسخ کی تفصیل ہے۔ کتاب کے آخر میں نہایت مفصل تعلیقات وحواشی کا اضافہ فرمایا ہے۔ جس سے کتاب آئینۂ مجلّیٰ ہو کر سامنے آگئی ہے۔ ہاں پروفیسر فروزانفر کے مقدمہ کے مقابلہ میں مولانا عبدالماجد کا مقدمہ بہت مفصل اور بہت سی معلومات کا مجموعہ ہے۔ اور پروفیسر فروزانفر کا مقدمہ بیشتر مخطوطات کتاب فیہ ما فیہ کی خصوصیات ہی سے بحث کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاکستان کا ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور جو اُردو اور انگریزی میں اسلامیات سے تعلق رکھنے والے صالح ادب میں بڑے پیمانے پر کتابیں شائع کر رہا ہے۔ اسی ادارہ نے جناب پروفیسر فروزانفر کے مرتبہ اسی نسخہ "فیہ ما فیہ" کا اُردو ترجمہ "ملفوظاتِ رومی" کے نام سے شائع کیا ہے۔

مترجم ایک فاضل جناب عبد الرشید صاحب تبسم ایم۔ اے ہیں اور مترجم موصوف کو پاکستان کے متعدد علماء اور پروفیسروں کی امداد حاصل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب تبسم پنجاب کی نئی اہلِ علم و فضل جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے زمانے کے اہلِ علم و قلم اصحاب میں سے کوئی صاحب اس نام کے ذہن میں نہیں آ رہے ہیں۔

"ملفوظاتِ رومی" یا "فیہ ما فیہ" کا یہ اُردو ترجمہ جب ایک تقریب سے اس نیازمند کے سامنے آیا۔ تو اصل نسخہ سے مقابلہ کرنے پر بافسوس معلوم ہوا کہ فاضل مترجم نے اپنے ترجمہ کے پیش لفظ میں پروفیسر فروزانفر سے اور اپنے ترجمہ میں اصل کتاب "فیہ ما فیہ" کے متن سے انصاف نہیں کیا اور متعدد قسم کی غلطیوں نے کتاب کو کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

نیازمند نے جناب تبسم کے اسی "ملفوظاتِ رُومی" کو پیشِ نظر رکھ کر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے۔ جس کا عنوان ہے 'جلوہ گاہِ رومی' اس میں چھوٹے بڑے چالیس بیالیس مباحث مختلف عنوانوں کے ماتحت آ گئے ہیں۔ ذیل کا مقالہ انہی مباحث میں سے ایک مبحث ہے۔ جس میں "فیہ ما فیہ" کی اصل فارسی عبارت اور ملفوظاتِ رومی کا اُردو ترجمہ آگے پیچھے رکھ کر یہ دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مولانا رومی نے کچھ اور فرمایا تھا اور حضرت تبسم کے ترجمہ میں وہی بیان کچھ سے کچھ بن گیا ہے۔

یہ بحث تو صرف ایک مثال ہے۔ ورنہ میرے اصل مقالہ "جلوہ گاہِ رومی" میں "ملفوظاتِ رومی" میں سے گوناگوں قسم کے متعدد نوادر پیش کئے گئے ہیں۔ اب ذیل میں اصل مضمون مطالعہ فرمائیے۔

(راقم نیازمند مہر محمد خان شہاب، مالیرکوٹلوی مقیم بمبئی)

(۲۳ مارچ دوشنبہ ۱۹۶۳ء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نسخۂ "فیہ ما فیہ" مرتبہ پروفیسر بدیع الزمان فروزانفر استاذ دانشکدۂ تہران ایران کے صفحہ ۲۱۸ پر مذکور ہے کہ :-

درزمان عمر رضی اللہ عنہ شخصی بود۔ سخت پیر شدہ بود، تا بحدی کہ فرزندش اورا شیرمی داد۔ چون طفلان می پرورد۔ عمر رضی اللہ عنہ بآن دختر فرمود کہ درین زمان مانند تو کہ بر پدر حق دارد۔ ہیچ فرزندی نباشد۔ او جواب داد کہ راست می فرمائی ولیکن میانِ من و پدرِ من فرقی ہست اگرچہ من درخدمت ہیچ تقصیری نمی کنم کہ چون پدر مرا می پرورد و خدمت می کرد۔ برمن می لرزید کہ مبادا بمن آفتی رسد۔ و من پدر را خدمت می کنم و شب و روز دعا می کنم و مردن اورا از خدا میخواہم تا زحمتش از من منقطع شود۔ من اگر خدمتِ پدری کنم آن لرزیدنِ او بر من ۔ آن را از کجا آرم۔ عمر فرمود کہ ھٰذِہٖ اَفْقَہُ مِنْ عُمَرَ یعنی کہ من بر ظاہر حکم کردم و تو مغز آن را گفتی۔ فقیہ آن باشد کہ بر مغز چیزی مطلع شود۔ حقیقت آن را باز داند۔ حاشا از عمر کہ از حقیقت و سرِ کارہا واقف نبودی۔ الا سیرت صحابہ چنین بود کہ خویشتن را شکنند و دیگران را مدح کنند۔"

جناب تبسم اپنی کتاب ملفوظاتِ رومی کے صفحہ ۳۲۷ پر فیہ ما فیہ کی عبارت منقولہ بالا کا ترجمہ "فقیہ کی تعریف" کے زیرِ عنوان ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک شخص تھا۔ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا بیٹا اُسے دودھ دیتا۔ اور بچوں کی طرح اس کی پرورش کرتا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی بیٹی سے فرمایا کہ اس زمانہ میں باپ پر جو تو حق رکھتی ہے۔ وہ حق کوئی بیٹا نہیں رکھتا۔ اس نے جواب دیا آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن مجھ میں اور میرے باپ میں فرق ہے۔ میں اس کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی۔ لیکن باپ جب میری خدمت کرتا تھا تو وہ کانپتا تھا کہ مجھے کوئی دکھ نہ ہو۔ اب میں باپ کی خدمت کرتی ہوں تو رات دن دعا مانگتی ہوں اور خدا سے اُس کی موت چاہتی ہوں تاکہ اس کی زحمت مجھ سے منقطع ہو۔ میں باپ کی خدمت تو کرتی ہوں۔ مگر وہ اس کا مجھ پر کانپنا کہاں سے لاؤں!

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ھٰذِہٖ اَفْقَہُ مِنْ عُمَرَ۔ یہ عورت عمرؓ سے بڑھ کر فقیہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی کہ میں نے ظاہر پر حکم کیا اور تو نے اس کا مغز کہہ دیا۔ فقیہ وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے مغز سے مطلع ہو، اس کی حقیقت کو جانتا ہو۔ افسوس عمرؓ پر کہ وہ حقیقتِ راز سے واقف نہ ہوا۔ بیشک صحابہ کی سیرت ایسی تھی کہ وہ اپنے آپ کو شکست دیتے اور دوسروں کی مدح کرتے"۔

نسخۂ "فیہ ما فیہ" مرتبۂ مولانا عبدالماجد دریابادی کے صفحہ ۲۱۹ پر یہی عبارت موجود ہے۔

دونوں نسخوں کی عبارت میں فرق یہ ہے کہ جہاں بدیعی یا ایرانی میں "فرزندش او را شیری داد" آیا ہے وہاں نسخہ ماجدی یا ہندی نسخہ میں "دخترش او را شیری داد" آیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تبسم صاحب بدیعی یا ایرانی نسخہ کا ترجمہ کر رہے ہیں، ماجدی یا ہندی نسخہ کا نہیں لیکن اگر انھوں نے ترجمہ کرتے وقت اس مقام پر پہنچ کر اپنے ترجمہ کی بے ربطی پر کسی قدر غور کیا ہوتا۔ تو ماجدی نسخہ کا اختلاف ان کو اس بے ربطی سے بچا سکتا تھا۔ اور اگر وہ ایسا کرتے تو یہ کوئی نئی بات نہ ہوتی۔ کیونکہ ترجمہ کرتے وقت مولانا عبدالماجد کا نسخہ "فیہ ما فیہ" ہمیشہ اُن کے سامنے رہا ہے۔ جو اُن کے ترجمہ کے صفحات سے ظاہر ہے۔ خیر اگر ماجدی نسخہ کی طرف دھیان نہیں گیا تھا تو اپنے پیشِ نظر بدیعی نسخۂ فیہ ما فیہ میں "حضرت عمر رضی اللہ عنہ بآن دختر فرمود" کے لفظوں ہی پر اگر غور کریں ہوتا تو بھی ان پر واضح ہو جاتا کہ "بآن دختر" کے لفظوں میں اسی "فرزند" کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے بوڑھے باپ کو اپنا دودھ پلایا تھا۔ تبسم صاحب کی بے توجہی کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ نے "بآن دختر فرمود" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے اس کی بیٹی سے فرمایا" حالانکہ اس ٹکڑے کا صحیح ترجمہ یوں ہوتا کہ "حضرت عمرؓ نے اُس بیٹی یا لڑکی سے فرمایا"۔

بدیعی نسخہ کی منقولہ فارسی عبارت میں سیدنا عمرؓ کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" پورا لکھا ہے۔ تبسم صاحب نے ایجاز سے کام لے کر "رضؓ" رہنے دیا۔ فارسی کتاب میں "عُمَرؓ" چھپا ہے اور ترجمہ میں "عُمَرؓ" کو صرف "عمر" رکھا گیا ہے۔ قطع نظر ان معمولی باتوں کے فارسی کے اصل اور ترجمہ کے خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجئے اور سوچئے کہ آیا ترجمہ اصل کے مطابق ہے یا اصل و ترجمہ میں زمین و آسمان کا فرق آ گیا ہے۔ مثلاً:-

(۱) نسخۂ بدیعی میں لفظ "فرزند" (فرزندش) ہے۔ جس کا ترجمہ ہمارے تبسم صاحب نے اُردو کے عام محاورہ کے مطابق "بیٹا" (اُس کا بیٹا) کر دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) اب "ملفوظاتِ رومی" کی اُردو عبارت کو دیکھئے کہ بوڑھے باپ کو بخیال مہتمم صاحب دودھ تو پلاتا ہے "اُس کا بیٹا" اور سیدنا عمرؓ بوڑھے باپ کو محض دودھ کی کٹوری پیش کرنے یا چوسنی (اگر اُس زمانہ میں چوسنی کا وجود ہو) سے دودھ پلانے والے خادم بیٹے کی بجائے بوڑھے کی بیٹی کو مخاطب کرکے۔ خدا جانے اس کی کس خدمت کی وجہ سے اُسی کو سراہنے لگتے ہیں۔ جب کہ اوپر کی اُردو عبارت میں بوڑھے باپ کو دودھ پلاتا ہوا بیٹا دکھایا گیا ہے اس لئے اگر تعریف ہوتی تو اُس بیٹے اور اس کی خدمت و نقاہت کی ہوتی، اس کے برخلاف سیدنا عمرؓ ایسا دانا اور فرزانہ انسان بوڑھے باپ کے خادم بیٹے کی خدمت کو نظر انداز کرکے بوڑھے کی بیٹی سے (جس کے وجود اور کسی خدمت کی طرف اوپر کی عبارت میں کہیں اور کوئی اشارہ نہیں) مخاطب ہوجاتے ہیں، اور وہ عورت بھی اپنے بھائی کی خدمت کا اعتراف کرنے کے بجائے خود اپنی ہی نامعلوم دخترانہ خدمات و جذبات کے کمالات دکھانے لگتی ہے، حالانکہ اوپر کی اُردو عبارت میں اس کی کسی خدمت کا صراحتاً یا اشارۃً کوئی ذکر نہیں آیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جو بیٹا باپ کی خدمت کر رہا تھا، اسی سے سوال ہوتا اور وہی سوال کا جواب دیتا اور اسی بیٹے کی نقاہت کی تعریف کی جاتی۔

(۳) اُردو ترجمہ کے اس حصہ کو کہ :- "افسوس عمرؓ پر کہ وہ حقیقت اور راز سے واقف نہیں" اگر حضرت عمرؓ کا قول خیال کیا گیا ہے۔ تو میرے خیالِ ناقص میں صحیح نہیں۔ اور اگر مولانائے رومؒ کے قول کا ترجمہ ہے تو بھی مبہم ہی نہیں غلط بھی ہے۔ کیونکہ مولانا کے قول کا یہ مفہوم نہیں۔

(۴) اُردو ترجمہ کے آخری پیرے کی عبارت بھی مطلب خیز نہیں۔ بھلا اس :- "اپنے کو شکست دیتے ہیں" کا کیا مفہوم ہے؟ صحیح طور پر واضح نہیں۔

اب جو بات اس نیازمند کے خیال میں آئی ہے وہ عرض کرتا ہے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے مہتمم صاحب کو یہ ساری مشکل لفظِ "فرزند" کی معنوی وسعت سے بے خبری کی وجہ سے پیش آئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فارسی زبان میں "فرزند" کا لفظ لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ دیکھئے ایران کے مشہور پروفیسر سعید نفیسی اپنے مجموعۂ چہار دہ داستان تاریخی بنام "ماہ نخشب" طبع دوم کے صـ۲۹۱ پر مولانائے رومؒ کی اولاد کا ذکر ان لفظوں میں کرتے ہیں کہ :-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"مولانا چہار فرزند داشت، سہ پسر: بہاء الدین محمد معروف بسلطان ولد، علاء الدین محمد، مظفر الدین امیر عالم و یک دختر ملکہ خاتون"

اسی طرح فارسی میں "بچہ" کے لفظ کا اطلاق لڑکے اور لڑکی دونوں پر ہوتا ہے۔

مضمون کی تکمیل کے بعد فیہ ما فیہ کا انگریزی ترجمہ جو پروفیسر آربری نے "ڈس کورسز آف رومی" کے نام سے کیا ہے، دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ موصوف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر "فرزند" کا ترجمہ DAUGTER یا بلفظ دیگر "دختر" ہی کیا ہے، یہی حال عربی لفظ "طفل" کا ہے۔ جو فارسی میں "فرزند" کی طرح لڑکے اور لڑکی دونوں میں مشترک ہے۔ جیسا کہ انگریزی لفظ CHILD اور BABY لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے بولے جاتے ہیں ہم اُردُو دانوں نے فارسی لفظ "بچہ" کو لڑکے کے لئے خاص کرکے اس کی تانیث "بچی" بنالی۔ پاکستان کا پتہ نہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں "بچہ" لڑکے کے لئے اور "بچی" لڑکی کے لئے عام بول چال کی زبان ہے۔ اندرونِ ملک میں "بے بی" اور "بابا" کے لفظوں کے استعمال کا کیا رنگ ہے۔ یقین سے کہنا مشکل ہے البتہ ہمارے بمبئی میں جن گھروں میں انگریزی زبان کے زیرِ اثر آیائیں بچوں کی پرورش اور نگرانی پر مقرر رہتی ہیں وہاں "بے بی" (BABY) لڑکی کے لئے خاص ہے اور "بابا" لڑکے کے لئے بولا جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات واضح ہو جانے کے بعد اُردُو ترجمہ کی گنجلک دُور ہو گئی۔ مولانائے روم کا اس حکایت کے بیان فرمانے سے مقصد یہ تھا کہ باپ اتنا بوڑھا ہو چکا تھا کہ اس کی صاحب اولاد بیٹی (فرزند) اپنے اس بوڑھے باپ کو یوں اپنا دودھ پلاتی تھی جس طرح مائیں اپنے شیر خوار بچوں کو اپنا دودھ پلایا کرتی ہیں اس لڑکی (فرزند) کی اسی خدمت یا اس لڑکی کی اس پُر از جذبۂ امومت شفقت کو دیکھ کر سیدنا عمرؓ نے باپ کو اپنا دودھ پلانے والی اسی بیٹی (بآن دختر) سے فرمایا کہ اس زمانہ میں اور کون ہے جس کو تیرے جتنا اپنے باپ پر حق ہو، آپ کے اس ارشاد پر اپنے اس ضعیف باپ کو ماں کی طرح دودھ پلانے والی اِسی بیٹی نے جواب دیا کہ حضرت مجھ میں اور میرے باپ میں ایک فرق ہے۔ وہ یہ کہ جب میں شیر خوار تھی تو میرا یہ باپ میری بیچارگی میں مجھے کھلاتے پلاتے ہوئے بھی اس ڈر سے کانپا اور لرزا کرتا تھا کہ میں کہیں بھوکوں مر نہ جاوں۔ لیکن میں بھی اپنے اسی بوڑھے باپ کو اس کی بے چارگی اور کمزوری میں اپنا دودھ بھی پلاتی ہوں کہ بھوکا نہ ہے اور ساتھ ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ دعا بھی کرتی رہتی ہوں کہ میرا یہ بوڑھا اپاہج باپ جلدی مرجائے کہ بیٹی بوڑھے باپ کو اپنا دودھ پلانے اور وہ بیٹی کا دودھ پینے کی زحمت سے نجات پا جائے۔ بیٹی کا یہی جواب تھا جسے سن کر سیدنا عمرؓ نے ازکار رفتہ بوڑھے اضعف باپ کی اولاد والی جوان بیٹی کی فقاہت کی تعریف فرمائی تھی۔

" فرزند " کا لفظ جوان عورت کے لئے بھی فارسی ادب میں استعمال ہوا ہے۔ بوڑھا باپ جوان بیٹی کو " فرزند " کہہ سکتا ہے۔ روحانی علماء جوان عقیدت کیش خواتین کو " فرزند " کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر فروزانفر کی مؤلفہ سوانح مولانا روم جلد اول ص۴۹ پر حضرت سید برہان الدین محقق کے بارے میں افلاکی کی زبانی روایت کیا گیا ہے کہ:۔

" خاتونی بزرگ کہ آسیۂ وقت بود .... مرید سید (برہان الدین محقق) شدہ بود۔ روزی (آن خاتون از سید موصوف) بطریق مطایبہ سوال کرد .... (سید بجوابش) فرمود کہ اے فرزند ما ہچون اشتران بارکشیم "

" فیہ ما فیہ " مرتبۂ پروفیسر فروزانفر کی منقولہ فارسی عبارت میں جو یہ لفظ آئے ہیں کہ:۔

" حاشا از عمرؓ کہ از حقیقت و سرّ کارہا واقف نبودی "

مولانائے روم کا قول ہے۔ آنجناب کا منشا یہ ہے کہ سیدنا عمرؓ کے اس ارشاد سے کہ " یہ لڑکی عمرؓ سے زیادہ فقیہ " ہے کوئی کم فہم انسان گمان کرسکتا ہے کہ نعوذ باللہ! عمرؓ کو اس لڑکی جتنا بھی فقہ میں درک نہ تھا۔ اس لئے وہ صاحبزادی فقاہت میں ان سے افضل تھی۔ اس لئے مولانا نے فرمایا کہ " معاذ اللہ! یا " حاشا " ! یا " استغفر اللہ " ! ایسا ہرگز نہیں تھا کہ سیدنا عمر فاروق دین و شرع وفقہ کے اسرار و غوامض سے واقف نہ ہوں۔

اس پر سوال ہوسکتا ہے کہ اگر ایسا نہ تھا تو پھر حضرت فاروق نے لڑکی کو فقاہت میں اپنے سے افضل کیوں بتایا۔ اسی غلط فہمی و غلط اندیشی کو دور کرنے کے لئے مولانا فرماتے ہیں کہ:۔

" صحابہ کی سیرت یہ تھی کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں انکسار نفس سے کام لیا کرتے تھے۔ اور اپنے مقابلہ میں دوسروں کی مدح و ستائش کیا کرتے تھے "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بیان میں مولانائے روم نے قرآن حکیم کی آیتِ ذیل کی عملی تفسیر کشی کی ہے:-

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (بنی اسرائیل ۱۷/۲۴)

یعنی اے فرزند تیرے والدین میں کوئی ایک یا دونوں اگر تیرے سامنے اتنے بوڑھے ہو جائیں کہ ان پر تنکیس فی الخلق کے قانون کے مطابق دوبارہ بچوں کی سی بے چارگی اور شیر خوارگی کا سا عالم طاری ہو جائے تو (مادرانہ یا پدرانہ) محبت سے خاکساری کا پہلو اُن کے آگے جھکائے رکھنا اور (ان کے حق میں) (قولی و عملی) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح انھوں نے مجھے چھوٹے سے کو (میری طفلی میں) پالا اور میرے حال پر رحم کرتے رہے۔ اسی طرح تو بھی ان پر رحم کیجیو۔ جیسے اے خدا تیری ربوبیت کا ظہور انسان کے ماں باپ کے روپ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی اپنے ماں باپ کی بیچارگی اور کمزوری میں ان کے لئے تیری ربوبیت کا مظہر ہونے کی توفیق پاسکیں۔

خدا کی کتاب تورات شریف (پیدائش ۱۹/۳۰ تا ۳۸) میں سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کی صاحبزادیوں کا جو قصہ آیا ہے، دل کہتا ہے کہ اس کی بھی کچھ ایسی ہی حقیقت ہوگی، مگر فطرتِ انسانی کی نیرنگیوں سے غافل مترجموں نے اصل بات کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ لیکن اس سے یہ بدگمانی بھی نہیں کرنی چاہئے کہ کتابِ مقدس کے مترجموں کا علم یا کتاب اللہ سے شیفتگی یا اس پر ایمان کسی مدعی علم غیر سے کم ہوگا۔ نہیں یہ بات نہیں، ان کی کتاب اللہ سے عقیدت یقیناً کم نہ تھی، ہاں بات صرف نقطۂ نظر یا حقیقت شناسی کی ہے۔

اعلان

جناب مولانا سعید احمد صاحب ایم۔ اے اکبرآبادی جو پچھلے دنوں کنیڈا تشریف لے گئے تھے ۲۴ رمئی ۱۹۶۳ء تک ہندوستان واپس تشریف لا رہے ہیں اس لئے اب مولانا موصوف سے سابقہ پتہ پر خط و کتابت فرمائی جائے جو حسب ذیل ہے

" مولانا سعید احمد صاحب ایم، اے اکبرآبادی، علی منزل، ڈگی روڈ۔ علی گڈھ "

محمد ظفر احمد
— منیجر رسالہ برہان دہلی

© rasailojaraid.com